ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد
ایسوسی ایٹ پروفیسر (اُردو)
علّامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

"تاریخِ ادبیاتِ اُردو" پر ایک نظر

Garcin de Tassy was a famous French critic and professor of Urdu. He wrote several articles and books on Urdu Language and literature. However, he used to write in the French language. His History of Urdu was translated from French into Urdu by Liliane Sixtine Nazroo as her PhD thesis. This translation is an important contribution to the historical accounts of Urdu. Dr. Moen Ud Din Aqeel has edited, annoted, introduced and published this translation. The present paper is its critical review.

مشہور فرانسیسی مستشرق گارسین دتاسی (Garcin De Tassy) نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصّہ اُردو زبان وادب کی خدمت میں صرف کیا۔وہ صحیح معنوں میں اُردو زبان کا مربّی اور عاشقِ صادق تھا اور اس حیثیت میں اُسے اگلے پچھلے تمام مستشرقین پر تفوّق حاصل ہے۔اُس کی اس اُردو دوستی پر نہ تو سیاسی مقاصد سایہ فگن ہیں اور نہ دُنیاوی اغراض۔اُس نے اُردو زبان وادب کی خدمت کسی ملک کے مفادات یا کسی مذہبی تنظیم کے منشور کی بجا آوری کے لیے نہیں کی بلکہ اس قلبی تعلق کے باعث کی جو اُسے اُردو زبان کے ساتھ تھا۔لطف کی بات یہ ہے کہ اُردو زبان وادبیات سے غیر معمولی وابستگی اور والہانہ محبت کے باوصف وہ اپنی زندگی میں ایک بار بھی ہندوستان نہیں آیا بلکہ اپنے وطن میں بیٹھ کر خدمتِ اُردو کا فریضہ انجام دیا۔اُس کی غیر معمولی علمی خدمات اور اُس کی مثالی اُردو دوستی کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے بابائے اُردو رقم طراز ہیں:

"اُس کا کارنامہ اس قدر وقیع ہے کہ وہ ہماری زبان کی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔ایک لمحہ کے لیے سوچیے اور دیکھیے کہ یہ منظر کس قدر عجیب اور دل چسپ ہے کہ ایک بڈھا فرانسیسی عالم ہندوستان سے کالے کوسوں دُور پیرس کی یونی ورسٹی میں اپنے یورپین شاگردوں کو (جن میں فرانسیسیوں کے علاوہ دوسری قوم کے لوگ بھی شریک ہیں) ہندوستانی زبان پر بڑے ذوق اور شوق سے لیکچر دے رہا ہے اور ان کے دلوں میں اس غریب زبان کا شوق پیدا کر رہا ہے۔اپنی فرصت کا تمام وقت اسی زبان کی تحقیق میں صرف کرتا ہے۔ایک ایک کتاب ،ایک ایک اخبار اور رسالے کا حال پوچھتا ہے۔قلمی نسخوں کی نقلیں منگواتا ہے؛اُن کی تصحیح کرتا ہے؛مرتّب کر کے چھپواتا ہے۔خود اس زبان کی تصانیف کا ذخیرہ جمع کرتا ہے اور ہندوستانی ادب کے مختلف شعبوں پر بحث کرتا ہے اور اس کی مفصل اور مبسوط تاریخ لکھتا

ہے۔اس سے بڑھ کر انسان کے بڑے ہونے کی کیا علامت ہو سکتی ہے۔اُردو زبان والے اس کا جس قدر احسان مانیں کم ہے۔"(۱)

گارسین د تاسی فرانس کی جنوبی بندرگاہ مرسی ایلیا جسے انگریز مارسیلز (Marselles) کہتے ہیں، میں ۲۰ جنوری ۱۷۹۴ء کو پیدا ہوا۔اس کے والد کا نام ژوزیف ژاک گارسین (Joseph Jacques Garcin) تھا۔گارسین کو ابتدائی عمر میں عربی زبان سیکھنے کا شوق پیدا ہوا ؛اس نے مارسیلز میں دومصری علما دوں جبریل طویل (Don Jabriel Touil) اور رافائیل د موناخس (Raphael De Monachis) سے عربی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔تئیس سال کی عمر تک وہ مارسیلز میں ہی اقامت پذیر رہا۔مزید تعلیم کے حصول کا شوق اسے پیرس لے گیا جہاں اُس نے مدرسۂ السنۂ شرقیہ میں داخلہ لیا۔سلویسترد ساسی (Silvestre De Sacy) اس ادارے کا ناظم اور بہت ساری مشرقی زبانوں کا عالم اور استاد تھا۔گارسین نے اس ادارے سے عربی، فارسی اور تُرکی کی تعلیم حاصل کی۔تعلیم مکمل کرنے پر اس نے ایک عربی کتاب کا ترجمہ شائع کیاجو شاہِ فرانس کے حضور اس کی باریابی کا باعث بنا۔سلویستر د ساسی کے ایما اور خواہش پر وہ اُردو زبان کی تحصیل کی طرف متوجّہ ہوااور اس سلسلے میں انگلستان کا سفر کیا۔اس کی خوش نصیبی کہ اسے انگلستان میں معروف مستشرق جان شیکسپیئر(۱۷۷۴ء تا ۱۸۵۸ء)کی شاگردی نصیب ہوئی۔ذاتی ذوق وشوق اور عربی،فارسی اور تُرکی سے کامل آشنائی کے باعث اُس نے بہت جلد اُردو زبان میں مہارت حاصل کر لی۔سلویستر د ساسی کی کوششوں سے ادارۂ السنۂ شرقیہ میں اُردو کا شعبہ قائم ہوا۔۱۸۲۸ء میں گارسین د تاسی اس شعبہ میں پروفیسر مقرر ہوا،اس وقت گارسین کی عمر ۳۴ سال تھی۔(۲)

وہ زندگی بھر اس ادارے سے منسلک رہا اور تدریس وتعلیم کے ساتھ ساتھ تحقیق اور ترجمہ کے شعبوں میں اس نے نہایت فعال اور موثر کردار ادا کیا۔۱۸۵۰ء سے لے کر۱۸۷۷ء تک ہر سال کے اختتام پر وہ ایک مفصل لیکچر پیش کرتا تھا جس میں اس کے شاگرد اور دوسرے یورپی اہلِ علم شریک ہوتے تھے۔اس کا ہر خطبہ سالِ گذشتہ کی اُردو مطبوعات، رسائل، جرائد اور ہندوستان کے حالات وواقعات کے تفصیلی جائزے پر مشتمل ہوتا تھا۔اس کی تصانیف وتالیفات، تراجم ،مقالات اور تبصروں کی تعداد ایک سو ساٹھ کے قریب ہے۔اس کی اہم ترین تصانیف میں تاریخ ادبیاتِ ہندوی وہندوستانی، خطبات، مقالات، قواعد ہندوستانی زبان کے ابتدائی اصول،اُردو زبان کی قواعد، دیوانِ ولی(ترجمہ)، آرائشِ محفل(ترجمہ)، باغ وبہار(ترجمہ)، اژدر نامہ (ترجمہ)،گل بکاولی(ترجمہ)،آثار الصنادید (ترجمہ)،مسلمانوں کے مذہب کی تعلیمات اور فرائض اور مشرق کے مسلمانوں کی زبانوں میں علمِ عروض شامل ہیں۔ترکی، عربی ، فارسی اور ہندی کتابوں کے تراجم اور ان پر تبصرے اس کی ان زبانوں میں کامل آشنائی کے گواہ ہیں۔گارسین د تاسی ایک بھرپور اور فعال زندگی گزار کر ۱۸۷۸ء میں راہیِ ملکِ عدم ہوا۔

گارسین د تاسی کو زندگی میں اگرچہ ہندوستان آنے کا کوئی موقع نہ مل سکا(۳) مگر وہ ہندوستان سے پوری طرح پیوستہ رہا۔یہاں کے اہلِ علم اور علمی تنظیموں کے ساتھ اس کا گہرا ربط وتعلق تھا اور یہاں سے اسے تسلسل کے ساتھ

کتابیں، اخبارات اور رسائل پیرس پہنچتے رہے۔ یہاں بعض اداروں کی رُکنیت بھی اسے حاصل تھی۔ پیرس جانے والے اکثر ہندوستانیوں یا اُردو بولنے والوں سے اس کی ملاقاتیں ہوئیں۔ اگرچہ ہندوستان کے چنیدہ لوگوں سے اس کا تعلق قائم تھا اور اس کی کتابیں یہاں پہنچتی رہیں مگر چوں کہ اس کا بیشتر کام فرانسیسی میں تھا، اس لیے یہاں کے علمی وادبی حلقوں میں عام نہ ہو سکا۔ البتہ بیسویں صدی میں اس کے خطبات، مقالات اور تاریخ ادبیاتِ ہندوی وہندوستانی کے تراجم ہو جانے سے اس کا تعارف وسیع حلقے میں ہوا اور اس کے کام کا جائزہ لے کر اس کی خدمات کا اعتراف کیا گیا۔ علی گڑھ یونی ورسٹی کی استاد سیّد ثریا حسین نے فرانس سے گارسین دتاسی اور ان کے علمی کارناموں پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ ان کا مقالہ فرانسیسی میں ہے جو پانڈی چری (ہندوستان) سے ۱۹۶۲ء میں شائع ہوا۔ ڈاکٹر سیّد ثریا حسین نے بعد ازاں مزید معلومات کی روشنی میں "گارسین دتاسی: اُردو خدمات و علمی کارنامے" کے عنوان سے اُردو میں ایک کتاب لکھی جو ۱۹۸۴ء میں لکھنؤ سے شائع ہوئی۔ خطباتِ گارسین کا فرانسیسی نسخہ اوّل اوّل سرراس مسعود نے انڈیا آفس لائبریری، لندن میں دیکھا اور وطن واپسی پر انھوں نے اس کتاب کا ایک نسخہ مولوی عبدالحق کو پیش کیا اوراس کے اُردو ترجمہ کا وعدہ کیا۔ وہ پورے خطبات کا ترجمہ نہیں کر پائے مگر ابتدائی چھے خطبات کا ترجمہ کر کے انھوں نے اس سلسلے میں اولین قدم اٹھایا۔ اس کے بعد ساتویں، آٹھویں اور نویں خطبے کا ترجمہ بمبئی کرانیکل کے ایک ملازم عبدالباسط نے کیا۔ دسویں خطبے سے انیسویں خطبے تک کا اُردو ترجمہ ڈاکٹر یوسف حسین خاں، ریڈر عثمانیہ یونی ورسٹی، حیدر آباد (دکن) نے کیا۔ ان سب تراجم کو" خطباتِ گارسان دتاسی "کے نام سے مولوی عبدالحق نے انجمن ترقیِ اُردو، اورنگ آباد سے ۱۹۳۵ء میں شائع کیا۔ ۱۹۴۰ء میں عبدالستار صدیقی نے پہلے پانچ خطبات کو تصحیح کے بعد انجمن ترقیِ اُردو دہلی سے شائع کیا۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ (پیرس) نے مولوی عبدالحق کی فرمائش پر خطبات کی تصحیح اور نظر ثانی کا فریضہ انجام دیا جو دو جلدوں میں انجمن ترقیِ اُردو، کراچی سے شائع ہوئے۔ گارسین دی تاسی کے ۱۸۷۰ء سے ۱۸۷۷ء تک کے آٹھ خطبات کے اُردو تراجم بھی "مقالاتِ گارساں دتاسی" کے عنوان سے انجمن ترقی اُردو، دہلی نے دو جلدوں میں ۱۹۴۳ء، ۱۹۴۴ء میں شائع کیے۔ ان مقالات کی تصحیح ودرستی کا کام بھی ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے کیا۔ پہلی جلد میں شامل چار خطبات میں سے پہلے تین خطبات کا ترجمہ ڈاکٹر یوسف حسین خاں جب کہ چوتھے خطبے کا ترجمہ پروفیسر عزیز احمد کا ہے۔ دوسری جلد میں شامل چار خطبات میں سے پہلے کا ترجمہ پروفیسر عزیز احمد جب کہ باقی تین کا ترجمہ ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری نے کیا۔[۴] انجمن ترقیِ اُردو، کراچی نے "مقالاتِ گارساں دتاسی" جلد اوّل کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۶۴ء میں جب کہ دوسری جلد کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۷۵ء میں شائع کیا۔

گارسین د تاسی کا سب سے اہم کارنامہ "تاریخ ادبیاتِ ہندوی وہندوستانی (Histoire de la Litterature Hindoui et Hindoustanie)" ہے۔ گارسین نے اُردو کے ساتھ ابتدائی تعلق کے زمانے ہی میں اس ضرورت کو محسوس کر لیا تھا اور وہ مختلف ذرائع سے لوازمہ اکٹھا کرتا رہا۔ ۱۸۳۹ء میں اس کی تاریخ کی پہلی جلد اورینٹل ٹرانسلیشن

کمیٹی، برطانیہ وآئر لینڈ نے شائع کی۔اس جلد کو گارسین نے ملکۂ برطانیہ کے نام معنون کیا تھا۔جلد اوّل کی اشاعت اور پذیرائی کے بعد بھی وہ اپنے اس کام کو مسلسل آگے بڑھاتا رہااور نئے مآخذ سے استفادہ کر کے اس قابل ہوا کہ ۱۸۴۷ء میں اسے تاریخِ ادبیات کی دوسری جلد شائع کرنا پڑی۔(۵) دوسری جلد کی تکمیل کے بعد بھی تحقیق وتلاش کا یہ سفر اس نے جاری رکھا۔اپنے سالانہ خطبات کے لیے وہ جو لوازمہ اکٹھا کرتا تھا،وہ زیادہ مہذب صورت میں تاریخِ ادبیات کی تشکیل وترتیب میں کام آیا۔۱۸۷۰ء میں اس کی تاریخِ ادبیات کی پہلی اور دوسری جلد اضافات کے ساتھ چھپی، تیسری جلد ۱۸۷۱ء میں اشاعت آشنا ہوئی؛یوں ۱۸۳۹ء میں آغاز ہونے والا کام ایک حد تک اپنی تکمیلی صورت کو پہنچا۔فرانسیسی میں لکھی یہ تاریخ بعد میں بھی شائع ہوئی مگر اس کا مکمل اُردو ترجمہ سامنے نہ آسکا۔گارسین کی تاریخِ ادبیات کی جلد اوّل کا پہلا ایڈیشن جب ہندوستان پہنچا توڈاکٹر اشپرنگر کے حکم پر مولوی کریم الدین نے ایف فیلن کی مدد سے اس کا اُردو ترجمہ کیا جو طبقات الشعرائے ہند کے نام سے شائع ہوا۔طبقات الشعرائے ہند مطبوعہ ۱۸۴۸ء کے سرورق پر کریم الدین اور ایف فیلن دونوں کے نام بہ طور مصنف/مرتب درج ہوئے مگر اصل مؤلف کریم الدین ہی ہیں،ایف فیلن کی مدد سے گارسین کی تاریخ سے استفادہ کیا۔طبقات الشعرائے ہند محض گارسین کی تاریخ کا ترجمہ نہیں بلکہ مولوی کریم الدین نے گلشنِ بے خار ، مجموعۂ نغز اور دیگر ذرائع سے استفادہ کر کے اسے ایک نئی کتاب بنا دیا۔ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

"اس کا(طبقات الشعرائے ہند)کا وضاحتی مطالعہ بتاتا ہے کہ یہ تذکرہ گارسین کی تاریخ کے ترجمے پر مبنی ہونے کے باوصف گارسین کا نرا ترجمہ نہیں ہے بلکہ کریم الدین نے کچھ تو شیفتہ کے گلشنِ بے خار اور قدرت اللہ قاسم کے مجموعۂ نغز کی مدد سے اور کچھ اپنی ذاتی کوششوں کے ذریعے اسے گارسین کی تاریخ سے الگ ایک جداگانہ تصنیف بنا دیا ہے۔"(۶)

خود گارسین "تذکرۂ طبقات الشعرائے ہند"کے حوالے سے رقم طراز ہے:

"یہ کتاب میری کتابHistoire de la litterateure Hindustanie کی پہلی جلد کے بعد اس کی تقلید میں لکھی گئی ہے۔کچھ اضافہ "گلشنِ بے خار"کی مدد سے بھی کیا گیا ہے لیکن یہ کتاب میری تاریخ کے وقت وجود میں نہیں آئی تھی۔۔۔۔اس کی تمہید جو ہو بہ ہو میری کتاب کی تمہید کا ترجمہ ہے پھر ایک دیباچہ ہے جو ان کا اپنا ہے۔اس کتاب کے دو حصّے ہیں۔پہلے میں قدیم شعرا کا ذکر ہے جن میں زیادہ تر ہندو ہیں اور دوسرے حصّے میں مسلمان اور دیگر شاعر ہیں۔دوسرا حصّہ چار طبقات میں تقسیم ہے۔پہلے حصّے میں اُن لوگوں کا حال ہے جنھوں نے اُردو کا سنگِ بنیاد رکھا۔دوسرے میں زبان کو سنوارنے اور نکھارنے والوں کا ذکر ہے۔تیسرے حصّے میں ان ادیبوں کا بیان ہے جو مذکورہ بالا اساتذہ کے شاگرد تھے اور جنھوں نے زبان کو ایک شگفتہ اندازِ بیان عطا کیا ہے۔چوتھے حصّے میں ہم عصر شعرا اور مصنفین کا ذکر کیا گیا ہے۔"(۷)

گارسین د تاسی کی تاریخ کے مکمل اُردو ترجمے کا اعزاز فرانس ہی کی ایک خاتون لیلیان سیکستن نازرو (Liliane Sixtine Nazroo) کے حصّے میں آیا۔ سیکستن نے ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی تشویق وتحریک پر اُردو سیکھی۔ پیرس کی سوبورن یونیورسٹی اور ادارۂ السنۂ شرقیہ سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد سابق وزیرِ اعظم پاکستان حسین شہید سہروردی کی وساطت سے وہ تعلیمی وظیفے پر پاکستان آئیں۔ یہاں اس نے ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کی نگرانی میں گارسین د تاسی کی تاریخِ ادبیاتِ ہندوی وہندوستانی کا اُردو ترجمہ حواشی وتعلیقات کے ساتھ پیش کر کے ۱۹۶۱ء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔اس کے ممتحنین میں ڈاکٹر یوسف حسین خاں، عزیز احمد اور ڈاکٹر ابواللیث صدیقی شامل ہیں۔ان کا زبانی امتحان ایف اے کریم فضلی نے لیا۔ سیکستن نازرو کا مقالہ ضخیم ہونے کے باعث دو جلدوں میں پیش ہوا۔مقالے کا مقدمہ کراچی یونیورسٹی اسٹڈیز کے شمارہ اگست ۱۹۶۶ء میں چھپا مگر پورا مقالہ شائع نہ ہو سکا۔ڈاکٹر ابواللیث صدیقی ، ڈاکٹر معین الدین عقیل،سید خالد جامعی اور جمیل اختر خاں کی کوششوں کے باوجود مقالہ محرمی اشاعت کو ترستا رہا۔ڈاکٹر معین الدین عقیل اس کام کی اہمیت اور قدروقیمت کے باعث اس کی اشاعت کے لیے ہمیشہ سرگرم عمل رہے۔ان کی سعیِ مسلسل بالآخر کامیابی سے ہم کنار ہوئی اور یہ ضخیم مقالہ انھی کی تدوین وترتیب اور تقدیم کے ساتھ "تاریخ ادبیاتِ اُردو"کے نام سے پاکستان اسٹڈیز سنٹر، جامعہ کراچی کے زیرِ اہتمام فروری ۲۰۱۵ء میں شائع ہوا۔یہ ترجمہ ڈاکٹر معین الدین عقیل کی ذاتی دل چسپی،محنت وکوشش، جذب وشوق اور تحقیقی وفور کے باعث شائع ہوا ورنہ نہ جانے کب تک یوں ہی یونیورسٹی کے کنجِ خمول(کتب خانے) میں پڑا رہتا۔اس غیر معمولی کارنامے پر ڈاکٹر عقیل بجا طور پر تحسین وستائش کے سزاوار ہیں۔

لیلیان سیکستن نازرو کو اُردو زبان وادب سے گہری دل چسپی تھی اور زبان وبیان پر اُسے ایک حد تک قدرت حاصل تھی مگر گارسین دتاسی کی کتاب کا ترجمہ اور اس پر حواشی وتعلیقات کا کام کارِ آسان نہ تھا۔اسے اس غیر معمولی کام میں اپنے نگرانِ کار ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کا پورا تعاون اور رہنمائی حاصل رہی۔ڈاکٹر معین الدین عقیل نے پورے ترجمے کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد یہ درست نتیجہ نکالا ہے کہ جا بہ جا نگرانِ کار کا فیضان اور ان کے قلم کی جولانی اپنی چھب دکھاتی ہے۔ڈاکٹر عقیل لکھتے ہیں:

"اس ترجمہ کا جو مسودہ زیرِ نظر ہے،اس میں جگہ جگہ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی مرحوم کے قلم سے اضافے اور تصحیحات موجود ہیں۔اگرچہ مترجم لیلیان نازرو ہیں لیکن اکثر مقامات پر بامحاورہ زبان، روزمرہ، تراکیب اور زبان کے فطری لب ولہجے کو دیکھ کر گمان غالب ہوتا ہے کہ زبان وبیان ہر جگہ مترجم مذکور کے نہیں،ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کا قلم صاف جھلکتا ہے اور اکثر مقامات پر یہ یقین ہوتا ہے کہ یہ زبان یا اسلوب مترجمہ کا نہیں ہو سکتا۔متعدد مقامات ایسے بھی دیکھے جا سکتے ہیں کہ جہاں زبان کسی غیر اہلِ زبان کی ہو نہیں سکتی۔پھر ایک اور امر بھی قابلِ مشاہدہ ہے کہ زبان اور اسلوب ہر جگہ یکساں نہیں،کہیں کہیں گمان گزرتا ہے اور حقیقت سے قریب بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارا ترجمہ اور اس کا اسلوب وبیان محض مترجمہ کے نہیں اور کسی ایک فرد کے نہیں،کم از کم مزید ایک فرد کی کوششوں پر منحصر ہیں۔پھر

حواشی اور 'تنقید بر حاشیۂ مصنف' کے ذیل میں ایسی معلومات کا پیش کرنا کسی غیر زبان کے اس سطح کے کسی فرد کے لیے ممکن نہ تھا۔یہ معلومات اُردو ادب کے نہایت گہرے اور وسیع مطالعے کا سبب ہو سکتی ہیں۔"[۸]

ڈاکٹر معین الدین عقیل نے تحقیق کا حق ادا کرتے ہوئے سیکستن کے اُردوترجمہ کوشائع کرنے سے قبل اصل سے مقابلہ و موازنہ کا دشوار گزار مرحلہ طے کیا۔اس مقابلے وموازنے سے ہی انھیں ترجمہ نگار کی نارسائیوں اور ترجمے کی خوبیوں خامیوں کا پتا چلا۔مترجم نے کئی جگہ پر اصل متن سے انحراف کیا ہے۔اس ضمن میں ڈاکٹر عقیل فرماتے ہیں:

"یہ ترجمہ اگرچہ دو جلدوں پر محیط تھا لیکن افسوس! ترجمے میں مترجم نے اختصار سے کام لیا اور مطالب ومباحث کی تفصیلات کو حذف کر کے محض بنیادی معلومات تک ترجمہ کو محدود رکھا ہے اور پھر ہندی زبان وادب سے متعلق تمام موضوعات بھی حذف کر دیے،جو اصل کتاب کا ایک شریک حصّہ تھے۔اس طرح ہندی زبان وادب سے متعلق متن کو خارج کر کے اس کتاب کے عنوان سے ہندوی کا لفظ بھی حذف کر دیا، جس کا بہ ظاہر جواز موجود تھا۔"[۹]

ڈاکٹر عقیل نے مقدمے میں کہیں یہ وضاحت نہیں کی مترجم نے جہاں مطالب ومباحث کی تفصیلات کو حذف کیا تھاکیا مقابلہ وموازنہ کے بعد انھیں شاملِ ترجمہ کیا گیا ہے یا نہیں۔میرے خیال کے مطابق مترجمہ کے محذوف کردہ حصوں کو شامل نہیں کیا جا سکا۔کاش ڈاکٹر عقیل ان حصوں کو شاملِ ترجمہ کر دیتے یا پھر ان مقامات کی نشان دہی کر دیتے تو کیا اچھا ہوتا۔لیلیان نے اپنے کام کو "تاریخ ادبِ ہندوستانی"کے نام سے پیش کیا تھا مگر موجودہ نام"تاریخ ادبیاتِ اُردو"شاید ڈاکٹر عقیل کا تجویز کردہ ہے،اس کی وضاحت بھی ضروری تھی جو نہیں کی جا سکی۔

"تاریخ ادبیاتِ اُردو"کا ترجمہ ۱۹۶۰ء میں ہوا،اس وقت مترجمہ نے عجلت اور جلد از جلد کام کو مکمل کرنے کی غرض سے محض گارسین کے دیباچہ پر حواشی وتعلیقات کا اہتمام کیا،متنِ تاریخ میں جا بہ جا حواشی و تعلیقات کی ضرورت تھی،جسے محدود وقت میں مکمل کرنا شاید ممکن بھی نہ تھا،اس لیے اُس وقت مترجمہ نے اس سے صرفِ نظر کیا مگر موجودہ اشاعت میں مترجمہ کے حواشی وتعلیقات پر نظر ثانی کے ساتھ ساتھ نئے حواشی وتعلیقات کی ضرورت بھی تھی۔مرتبِ ترجمہ کو اس ضرورت کا شدید احساس تھا مگر مشکلات کے باعث یہ ضرورت پوری نہ ہو سکی۔اس ضمن میں وہ رقم طراز ہیں:

"اس کتاب کی تاریخی اور معلوماتی اہمیت کے پیشِ نظر اس کی اشاعت مناسب اہتمام، تازہ تر تحقیقات ومعلومات پر مبنی مزید حواشی وتعلیقات کے اضافوں کی متقاضی ہے۔لیکن اس کی ضخامت اور معلومات کی کثرت کے باعث یہ کچھ آسان کام نہیں اور اس کے لیے خاصا وقت درکار ہے۔ویسے ہی اس اہم ترین ماخذ کی اشاعت میں غیر معمولی تاخیر ہو گئی ہے اس لیے فی الوقت اس ترجمہ کو بعینہٖ شائع کرنا ہی مناسب ہے۔"[۱۰]

"تاریخ ادبیاتِ اُردو"کے آغاز میں ڈاکٹر معین الدین عقیل نے معروضات کے زیرِ عنوان لیلیان نازرو کے اس ترجمے کے مندرجات ، طریقِ کار اوراس کی اشاعت کے سفر کو صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے؛پھر ایک طویل مقدمہ

تحریر کیا ہے جس میں گارسین کے اس تاریخی کارنامے کی تفصیلات اور اس کی قدروقیمت پر روشنی ڈالی ہے۔آخر میں ضمیمہ جات کا التزام کیا گیا ہے۔دو ضمیمے "فہرستِ کتبِ اُردو"اور" فہرستِ اخبارات ورسائل " مترجمہ کے تیار کردہ ہیں۔جب کہ" فہرستِ شعرا ومصنفینِ اُردو"ڈاکٹر عقیل کی سعی وکوشش کا نتیجہ ہے۔اس آخر الذکر ضمیمے کی مدد سے کتاب میں شامل اُردو کے مصنفین اور شعرا کے تراجم تک رسائی آسان ہو گئی ہے۔اشاعتی اداروں، تنظیموں اور مطابع کے ضمیمے بھی شامل ہوتے تو کتاب سے استفادہ مزید آسان ہو جاتا مگر زیرِ نظر اشاعت میں ایسا ممکن نہ تھا۔مترجم کا تعارفی خاکہ اور اس کی دیگر علمی خدمات پر اگر ایک دو صفحات شامل کر دیے جاتے تو اچھا تھا مگر اس سے بھی صرفِ نظر کیا گیا۔کتاب کی پروف خوانی بھی توجّہ سے نہیں ہو سکی جس کی وجہ سے جا بہ جا اغلاط رہ گئی ہیں؛کثرتِ اغلاط کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ڈاکٹر عقیل کے تحریر کردہ مقدمے میں بیس سے زیادہ مرتبہ گارسین کا نام درست نہیں لکھا گیا ،بیشتر جگہ پر" گارسیس "درج ہے۔معروضات میں ڈاکٹر معین الدین عقیل نے لکھا ہے کہ" مترجم نے اپنی جانب سے ایک اور مزید کوشش یہ کی ہے کہ اپنے تحریر کردہ 'تعارف' کے آخر میں ان مآخذ کی ایک فہرست بھی درج کر دی ہے جنھیں مصنف نے پیشِ نظر رکھ کر یہ کتاب تصنیف کی تھی۔"ڈاکٹر صاحب سے یہاں سہو ہوا ہے۔تعارف کے آخر میں شامل فہرست ان مصادر ومآخذ کی ہے جن سے مترجمہ نے حواشی وتعلیقات کی ترقیم میں استفادہ کیا ہے۔اس کی وضاحت فہرست کے آغاز میں کر دی گئی ہے کہ "یہ صرف ان کتابوں کی فہرست ہے جن کی مدد سے حاشیاتی نوٹ اور اقتباسات حاصل کیے گئے ہیں۔" (ص ۴۲)

گارسین دتاسی کا یہ غیر معمولی کارنامہ اُردو زبان وادبیات کے حوالے سے کام کرنے والوں کے لیے ہمیشہ بنیادی ماخذ کا کام دے گا۔کیوں کہ کئی کتب، رسائل، اخبارات، شعراء ادبا اور مطابع کا ذکر صرف گارسین کی زیرِ نظر کتاب میں ملتا ہے، اس حوالے سے اسے واحد اور مستند ومعاصر ماخذ کی حیثیت حاصل ہے،دوسری کوئی بھی تاریخ یا تذکرہ اس سلسلے میں اس کی ہم سری نہیں کر سکتا۔اس کے مکمل اُردو ترجمے کی بہت ضرورت تھی جسے زیرِ نظر اشاعت سے بڑی حد تک پورا کیا گیا ہے۔بلاشبہ اس ترجمے کی اشاعت اُردو دُنیا کے لیے ایک گراں ارز تحفہ ہے۔فرانسیسی زبان سے نا آشنا اصحابِ تحقیق بھی اب اس اہم ترین ماخذ سے استفادہ کر سکیں گے۔لیلیان نازرو کی محنت وکوشش کو منظر عام پر لانے میں ڈاکٹر معین الدین عقیل نے جن ناقابلِ گزر مراحل کو عبور کیا ہے ،ان کے لیے اُردو دُنیا ہمیشہ اُن کی ممنون رہے گی۔

حوالہ جات

ا۔　عبدالحق،مولوی:"مقدمہ"مشمولہ خطباتِ گارساں دتاسی؛ اورنگ آباد،دکن، انجمن ترقیِ اُردو،۱۹۳۵ء، ص ط، ی

۲۔ (ڈاکٹر سید سلطان محمود حسین کا یہ کہنا درست نہیں کہ "سلوستر کی کوششوں سے ۲۴ برس کی عمر میں اس کا تقرر مشرقی زبانوں کے مدرسہ میں بطور ہندوستانی پروفیسر ہوا)۔"تعلیقات خطباتِ گارساں دتاسی؛ ص ۲۳

۳۔ (مولوی محفوظ الحق کا یہ کہنا درست نہیں کہ: " اُردو ادب وتاریخ کا یہ مشہور ماہر[گارسین] عرصے تک ہندوستان کی گلگشت کرتا رہا اور جب فرانس واپس گیا تو اس کا دامن یہاں کے پھولوں سے بھرا تھا۔''(معارف شمارہ اگست ۱۹۲۲ء)

۴۔ مقالاتِ گارسین کی دوسری جلد کے متعلق ڈاکٹر سید سلطان محمود حسین رقم طراز ہیں:"مقالات کی دوسری جلد ۱۸۷۴ ء سے ۱۸۷۷ء تک کے مقالات پر مشتمل ہے؛انجمن ترقیِ اُردو ،دہلی نے ۱۹۴۳ء میں اسے شائع کیا۔یہ جلد ابھی تک دوبارہ صحت کے ساتھ نہیں چھپی۔ان مقالات کا ترجمہ بھی پروفیسر عزیز احمد نے کیا ہے۔'' (تعلیقات خطباتِ گارساں دتاسی: ص ۴۰)۔ اس مختصر اقتباس میں دو باتیں غلط ہیں۔

ا :مقالاتِ گارسین کی دوسری جلدڈاکٹر محمد حمید اللہ کی اصلاح ودرستی کے بعد ۱۹۷۵ء میں انجمن ترقیِ اُردو، کراچی نے شائع کی۔

۲:اس جلد میں شامل چار مقالات میں سے صرف ایک مقالہ پروفیسر عزیزاحمد کا ترجمہ کردہ ہے باقی تین مقالات کے مترجم ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری ہیں۔

۵۔ ڈاکٹر سیّد سلطان محمود حسین کا یہ کہنا درست نہیں کہ "۱۸۴۷ء میں یہ تاریخ دو جلدوں میں شائع ہوئی۔" (تعلیقات: ص ۳۵) ۱۸۴۷ء میں محض دوسری جلد شائع ہوئی۔جلد اوّل کا دوسرا ایڈیشن ۱۸۷۰ء میں شائع ہوا

۶۔ اُردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری؛ کراچی؛ انجمنِ ترقیِ اُردو پاکستان،۱۹۹۸ء،ص ۳۵۸

۷۔ تاریخِ ادبیاتِ اُردو(مترجمہ: لیلیان سیکستن نازرو) ، ص ۶۲۸

۸۔ معروضات مشمولہ تاریخِ ادبیاتِ اُردو، ص ۱۲

۹۔ مقدمہ مشمولہ تاریخِ ادبیاتِ اُردو، ص ۲۳

۱۰۔ معروضات مشمولہ تاریخِ ادبیاتِ اُردو، ص ۱۴